شہریت کا مفہوم

مؤلف

پروفیسر ڈاکٹر عبد الفتاح عبد الغنی العواری

مقدمہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد الفضیل القوصی

رکن کونسل برائے سینیئر اسکالرز

نائب صدر عالمی تنظیم برائے فضلائے ازہر

ترجمہ

یسرا اسماعیل عبد الجواد

نظر ثانی

پروفیسر ڈاکٹر/ ابراہیم محمد ابراہیم

مقدمہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالفضیل القوصی

ممبر کبار علماء بورڈ، ازہر شریف

اپنی نہایت قیمتی اور تاریخی کتاب "فتوحات مکیہ" میں ابن عربی بیان کرتے ہیں کہ: حقیقی مسلم ذات ایسی نہیں ہو سکتی کہ جب اس کی باطنی اور وجدانی نشو و نما ترقی اور بلندی سے رک جائے؛ تو اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ کائنات اور خالق کائنات کے تعلق کے ضمن میں ایسی روحانی معراج حاصل کرے جو اسے اس کمتر وجدانی حال سے اٹھا کر بلندیوں پر لیجائے؛ بصورت دیگر وہ جمود اور موت کا شکار ہو جائے گی۔

اس روحانی معراج کے ساتھ نوعِ انسانی کے سامنے لامحدود آفاق کھل جاتے ہیں۔ پوری کائنات میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے، وہ خالق کی مدح سرا ہوتی ہے، اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتی ہے۔ اور وہ اس وجود کا محبت و جمال اور روح و سکینت سے مشاہدہ کرتی ہے، اور پھر قابل مشاہدہ اور نظر میں نہ آنے والی پوری کائنات اس کی دسترس میں آجاتی ہے۔

اگر یہ شفاف نقطۂ نظر موجودہ مادہ پرست عہد میں اسلامی تصور کے ساتھ پورے طور پر مل جائے تو حق کے طلبگار اور امن و عدل کے خواہاں نفوس میں سحر طاری کر دے، اور عہد کے کئی امراض اور شکووں کے لئے مرہم کا کام دے، اور قلب و عقل میں اپنی راہ بنا کر ظلمتوں اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں نور کا کام دے۔

اگر یہ لطیف اور شفاف نقطۂ نظر اسلام کی موجودہ تصویر کا حصہ بن جائے، تو مسلمان ایسی قوم بن جائیں گے جن کے دلوں میں شفقت و مرحمت کا جذبہ آویزاں ہوگا۔ عفو و درگزر سے کام لیں گے، تکلیف زدہ اور کمزور لوگوں کی آہوں سے تڑپ اٹھیں گے۔ کینہ و بغض اور نفرتوں سے بہت اوپر اٹھ جائیں گے۔ ہر طرف جمال حق اور عدل کے متوالے انسان دکھائی دیں گے، جو اعلی اقدار سے محبت کرنے والے ہوں گے، جن میں تشدد اور سیاہ دلی نہ ہوگی؛ نہ خون بہے گا، نہ اعضاء بکھریں گے اور نہ ہی سر کٹیں گے۔

مگر یہ حساس اور حکمت و شعریت سے بھرپور فکر ہمارے عہد میں دوسری انتہاء کو چل پڑی ہے اور ایک نقیض بن گئی ہے۔ کہاں یہ فرسودہ تصور جس کے قائلین کا خیال ہے کہ اسلام اپنی عظمتوں اور رحمتوں کے ساتھ

شہوت حکمرانی اور حصول تسلط تک محدود رہ گیا ہے، چنانچہ اس مختصر گروہ کے ہاں اسلام سیاسی کھیل میں قید ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اس کے وسیع آفاق اور اعلی اہداف آندھیوں کی نذر ہو گئے ہیں۔

کہاں یہ لطیف اور شفاف فکر اور کہاں ان کا سیاہ ادب جس کے بموجب دنیا واضح طور پر دو خیموں میں بٹ گئی ہے: ایک ایمان کا خیمہ جس میں صرف یہی گروہ ہے؛ جبکہ دوسرا خیمہ کفر و جاہلیت کا ہے جس کو ملیامیٹ کرنا بہر حال ضروری ہے، پھر یہ لوگ سیاسی کھیل کی خاطر وطن میں فساد و تخریب کرتے ہیں اور خون بہاتے ہیں، امت کے جوانوں کو بغض و عداوت کی بھٹی میں دھکیلنے کے بعد، حکمرانی کی شہوت، طاقت کے شوق اور غلبے کی چاہت کے لئے انہیں تباہی اور بربادی کے جہنم میں پھنکارتا چھوڑ دیتے ہیں۔ گویا اسلام کی کوئی چیز باقی نہیں بچی ہے سوائے اس کے کہ: قوت کو چھینا جائے، حکمرانی کا عرش حاصل کیا جائے، اور طاقت کی راہ میں جانوں کی پرواہ نہ کی جائے اور خون کو سستا سمجھا جائے۔

کہاں یہ حساس فکر اور کہاں وہ لوگ جو سلفیت کے وارث ہونے کا دعوی کرتے ہیں، پھر اپنے جمود، سختی اور یک نظری پر پردہ ڈالنے کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں؛ یہاں تک کہ مسلمانوں کا اہتمام چند درآمد شدہ خشک مظاہر میں بڑھ گیا جس کے بعد ایسا دروازہ کھل گیا کہ ہر طرف پھیلنے والی دہشت گردی اسی پر انحصار کرنے لگی؛ میری مراد ان کی ادبیات کی ایک مشہور اصطلاح "طائفۂ ممتنعہ سے قتال" ہے، جو شر کی ایسی بڑی چنگاری ہے کہ تشدد پسند تمام قدیم وجدید جماعتوں کا مرکزی عقیدہ بن چکی ہے۔

کہاں یہ لطیف نقطۂ نظر اور کہاں یہ غلیظ ناموں والی دہشت گرد جماعتیں، جو اسلام اور خلافت کے نام پر جھوٹے نعرے لگاتے ہیں، پھر ان کے داعی بغیر آنکھ جھپکے اور دل دھڑکائے دنیا کی آنکھوں کے سامنے گردنیں کاٹتے ہیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں، بلکہ ان سنگدلوں کو اسلام کے حق میں اس جرم کا اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ انہوں نے اسلام کو خون مین میں لت پت اعضاء اور کٹی گردنوں سے جوڑ دیا ہے، بلکہ اسلام ان کے اس عمل کی وجہ سے اکثریت کی نظر میں ایک ایسی وبا بن چکا ہے جس نے پوری دنیا کو جکڑ لیا ہے؛ بچوں میں ایسے اسلام کی کیا تصویر ابھرتی ہوگی جس کا یہ لوگ جھنڈا لہرانا چاہتے ہیں اور اس کا کلمہ بلند کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔

پھر یہ لوگ اسلام کے روحانی جہاد کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے، جس سے انسانیت عقل و روح اور وجدان کی بلندیوں کا سفر کرے گی؛ انہیں اس بات کی ہمت ملے گی کہ وہ بھوکے ننگے اور بیماروں کو روٹی، علاج اور ہر وہ چیز مہیا کریں جس سے زندگی پنپتی ہے، اور وہ انہیں اس انفرادی انانیت اور خود غرضی سے چھٹکارا ملے گا جو نفع پرست مادی تہذیب کے نتیجے میں در آئی ہے۔

ہم اس علمی سلسلے میں حق کو اپنی جگہ لانے کی شاید کوشش کر رہے ہیں، پھر اس گروہ کی وجہ سے اسلام کو لاحق ہونے والے شبہات اور غلط تصورات باطل ہو جائیں، تاکہ ہم حقیقت اسلام کا بانکپن دیکھیں، اور انہیں بھی رب کی رضا اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلنا چاہیے۔

اللہ سے ہم توفیق اور قبولیت کا سوال کرتے ہیں، وہی بہترین نگران اور سب سے بڑی امید ہے۔

شہریت کا صحیح مفہوم

شہریت کا مطلب یہی ہے کہ انسان اپنے وطن سے محبت کرے اور اس کا دفاع کرے۔

شہریت: انسان اپنے اس وطن کے ساتھ باہمی تال میل ہے جس میں رہتا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے وطن سے محبت، وفاداری کرے، اور اس کا دفاع بھی کرے۔

انسان کی اپنے وطن سے محبت، فطری محبت ہے، جو صحیح فطرت والے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہے، اس بات سے متعلق پرانی کہاوت ہے: "وطن سے محبت، ایمان کی نشانی ہے۔ اور کہا گیا: "اگر تم کسی انسان کی وفاداری کی آزمائش کرنا چاہتے ہو تو اس کے اپنے وطن سے محبت کو دیکھو"۔

آسمانی شریعتیں نہ صرف شہریت کے اس معنی کی تاکید کرنے کے لئے آئی ہیں، اور وطن سے محبت کرنے، اور اس کا دفاع کرنے پر زور دیتی ہیں۔ بلکہ وطن کا دفاع کرنا فرض کیا، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں شہید سمجھتی ہیں۔

قرآن پاک انسان کی اپنے وطن سے محبت کرنے پر زور دیتے ہوئے کہتا ہے کہ گھروں سے نکالنا، قتل کی طرح ہوتا ہے کہ انسان زندہ لوگوں میں نہیں رہتا، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَلَوۡ أَنَّا كَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ أَنِ ٱقۡتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ أَوِ ٱخۡرُجُواْ مِن دِيَٰرِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٞ مِّنۡهُمۡۖ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ فَعَلُواْ مَا يُوعَظُونَ بِهِۦ لَكَانَ خَيۡرٗا لَّهُمۡ وَأَشَدَّ تَثۡبِيتٗا ٦٦ ﴾ (النساء: ٦٦) ترجمہ "اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو! یا اپنے گھر سے نکل جاؤ! تو اسے ان میں سے بہت ہی کم لوگ بجالاتے اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقینا یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہے"۔ (سورۂ نساء: 66)۔

کچھ عہد ایسے ہیں جو اللہ تعالی نے بنی إسرائیل سے لئے اور اس معنی کی تاکید کرتے ہیں۔ میرا مقصد ہے گھر سے نکالا جانا اور وطن سے محروم کرنا، یہ خونریزی کرنے اور زندگی کو ختم کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَإِذۡ أَخَذۡنَا مِيثَٰقَكُمۡ لَا تَسۡفِكُونَ دِمَآءَكُمۡ وَلَا تُخۡرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَٰرِكُمۡ ثُمَّ أَقۡرَرۡتُمۡ وَأَنتُمۡ تَشۡهَدُونَ ٨٤ ثُمَّ أَنتُمۡ هَٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُونَ أَنفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُونَ فَرِيقٗا مِّنكُم مِّن دِيَٰرِهِمۡ تَظَٰهَرُونَ عَلَيۡهِم بِٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِ وَإِن يَأۡتُوكُمۡ أُسَٰرَىٰ تُفَٰدُوهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ إِخۡرَاجُهُمۡۚ أَفَتُؤۡمِنُونَ بِبَعۡضِ ٱلۡكِتَٰبِ وَتَكۡفُرُونَ بِبَعۡضٖۚ فَمَا جَزَآءُ مَن يَفۡعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمۡ إِلَّا خِزۡيٞ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ ٱلۡعَذَابِۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ

عَمَّا تَعۡمَلُونَ ﴿٨٥﴾ ﴾ (البقرة: ٨٤ – ٨٥) ترجمہ "اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ بہانا (قتا نہ کرنا) اور آپس والوں کو جلاوطن نہ کرنا تم نے اقرار کیا اور تم اس کے شاہد نہ بنے۔ (85) لیکن پھر بھی تم نے آپس میں قتل کیا اور آپس کے ایک فرقے کو جلاوطن بھی کیا اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ان کے خلاف دوسرے کی طرفداری کی ہاں جب وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کے فدیے دیئے، لیکن ان کا نکالنا جو تم پر حرام تھا (اس کا کچھ خیال نہ کیا) کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تم میں سے جو بھی ایسا کرے، اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو کہ دنیا میں رسوائی اور قیامتک ے دن سخت عذاب کی مار، اور اللہ تعالی تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔" (سورۂ بقرۃ:84،85)۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وطن سے محبت سیکھائی جب یثرب کی طرف ہجرت کی—جو حضور ﷺ کی خیر مقدم سے چمک اٹھا- مگر آپ ﷺ نے اپنے وطن سے محبت کا اعلان فرمایا؛ عبداللہ بن عدی بن حمراء سے روایت کی گئی کہ انہوں نے کہا کہ: " میں نے رسول اللہ ﷺ کو الحزورۃ کی جگہ کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے (مکہ) کی طرف دیکھ کر فرمایا: "اللہ کی قسم تو اللہ تعالی کی زمینوں میں سب سے بہتر زمین ہے، اور میرے لئے سب سے پسندیدہ زمین ہے۔

اگر میں تجھ سے نکالا نہیں گیا تو میں تجھ سے کبھی نہ نکلتا"۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ نے (مکہ سے فرمایا): "تو کتنی پیاری بستی ہے اگر میری قوم نے تجھ سے مجھے نہ نکالا ہو تو، میں تیرے سوا کہیں بھی نہ جاتا"۔

یہ تعلق جو انسان اور وطن کے درمیان ہوتا ہے ہے جو انسان کی اپنے وطن سے وفاداری، محبت اور اس کا دفاع کرنے سے عبارت ہے۔ یہ جذبہ تمام زمانوں میں اور تمام اقوام کے درمیان پایا جاتا ہے، ہمیشہ سے اور ہر معاشرے کے لوگوں نے اپنے اپنے وطن سے محبت کا اظہار کیا۔ انہوں نے بھی اپنی ان زمینوں سے محبت بیان کی جن پر وہ پیدا ہوئے اور ان میں پرورش پایا۔ بہت سے ادب پارے ایسے ہیں جن میں لوگوں کی اپنے وطنوں سے وفاداری کی عظمت کی تعریف کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کیسے وہ وطنوں کے دفاع کی راہ میں موت کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ترانوں اور وطنی نعروں نے شہریوں کو متحد کرنے میں مدد کی تاکہ وہ جنگ کی حالت میں اپنے وطنوں کا دفاع کریں۔ اقوام ہمیشہ کئی باتوں کے ذریعے سے وطن کی محبت اور وطنیت کے جذبہ کو گہرا کرنے کے لئے کام کرتی ہیں مثلاً رسم ورواج، امیدوں

اور یادوں کی قدر کرنا،اور طالب علموں کو وطن کی محبت، بہادر لوگوں اور وطنیت کے رہنماؤں کی قدر کرنا سکھانا۔ جیسے وطن کا جھنڈا، قومی مزارات اور یادگار۔

یہ جذبہ عربوں کے ہاں پرانے زمانے سے موجود تھا۔اور ان کی شاعری میں وطن سے محبت کی تعریف میں ظاہر ہوا۔ عرب نے ایک دوسرے پر آپس میں اپنے وطنوں پر فخر کیا۔ مثال کے طور پر:

ابن الرومی نے (م: 283ھ) وطنوں سے محبت کرنے کے سبب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

وحبب أوطان الرجال إليهم..... مآرب قضاها الشباب هنالكا
إذا ذكروا أوطانهم ذكرتهم..... عهود الصبا فيها فحنوا لذلكا

معنی: لوگ اس لئے اپنے وطنوں سے محبت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی نوجوانی کے دن وہاں گزارے

اگر اپنے وطنوں کا ذکر ہو تو انہیں جوانی کے دنوں کی یادیں آتی ہیں،اور وطن کے لئے شوق بڑھ جاتا ہے۔

عرب جب سفر کرتے تھے تو اپنے ساتھ وطن کی سرزمیں سے مٹی لے جاتے تھے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں۔

شہریت کا معنی یہی ہے کہ حقوق میں تمام شہریوں کے درمیان مساوات کی جائے۔ شہریت کا اطلاق تمام شہریوں پر ہوتا ہے جو بغیر کسی فرق کے ایک ہی وطن میں جیتے ہیں اور جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی وطن میں رہنے کی بنا پر ان کے درمیان مساوات اور برابری کی جائے، کیونکہ یہی اصل ہے شہریت کا، اور اس پر ان آیات کا اطلاق ہوتا ہے جن میں ایک ہی معاشرہ اور ایک ہی وطن کے لوگوں میں تفرقہ نہ کرنے کے احکامات آئے۔

آپ ﷺ نے ایک ہی قوم کے افراد کے درمیان، اور ایک ہی وطن میں مکمل شراکت کی انتہائی عمدہ مثال پیش فرمایا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی"۔

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ آنے کے بعد ایک دستور بنایا جس میں مسلمانوں کا مسلمانوں اور غیر مسلمانوں سے تعلق معین کیا گیا یہ دستور "دستاویزِ مدینہ" کے نام سے جانا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے دستور میں شہریت کے حقوق اس حد تک پہنچ گئے کہ اسلامی حکومت، گرجاگھروں کو قائم کرنے اور ان کی مرمت کرنے میں عیسائیوں کی مدد کرے، چنانچہ اس نبوی دستور میں آیا کہ "اور عیسائیوں کے حقوق میں سے ہیں اگر انہیں اپنے گرجاگھروں کی مرمت کرنے کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو ان کی مدد کرنی چاہئے اور یہ بات ان پر قرض نہیں ہوتا بلکہ حضور ﷺ کے عہد کو پورا کرنے کے لئے اور اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر ان پر احسان ہو"۔

یہاں تک کہ مالی اور اقتصادی مسائل میں بھی مدد کرنے کو کہا جیسے ٹیکس اور خراج، تو آپ ﷺ کے دستور کی نص میں آیا: "ان پر ظلم وزیادتی نہ کیا جائے، اور ان سے وہ بوجھ نہ اٹھوایا جائے جس کی ان کو طاقت نہیں یعنی اور ناحق طور پر ان کو زحمت نہ دی جائے، اور نہ ہی دوسروں (یعنی مسلمانوں) کے مقابلے میں زیادہ خراج لیا جائے۔

شہریت کے یہ تمام حقوقِ مساوات جو اسلام نے غیر مسلمانوں کے لئے مسلم ملک میں مقرر کیا" مسلمانوں کی مانند ان کے لئے حقوق ہیں اور ان پر واجبات بھی ہیں، چاہے جان، نفس، خون، پیسہ، عزت، عبادت گاہ اور آزادی کی حفاظت کرنا۔" یہ سب ملک اور امت سے وفاداری کے عوض ہونا چاہئے۔ اور یہ تمام شہریوں پر واجب ہے چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلمان ہو" ان تمام واجبات کو متعین کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی دستاویز میں آیا کہ: "ان پر بعض شروط مقرر کئے گئے جن سے وفا کرنا ان پر لازم ہے کہ ان میں سے کوئی چھپ کر یا ظاہر میں مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد نہ کرے اور ان کے گھروں میں مسلمانوں کا کوئی دشمن پناہ نہ لے۔ مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ والے کی مدد نہ کرے نہ ہتھیاروں سے نہ گھوڑوں سے اور نہ ہی مردوں سے۔ اور ان سے لین دین نہ کریں، مسلمانوں کی عیبوں کا اظہار نہ کریں اور مسلمانوں کے راز چھپا کریں۔

عیسائیوں کی مذہبی آزادی کے لحاظ سے حضور ﷺ کی دستاویز میں بھی آیا" کوئی عیسائی، اسلام کے اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا جائے"

"اور اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو اس طریقہ پر جو عمدہ ہو اور صاف اعلان کردو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں ہمارا ایمان ہے اور جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی

جو تم پر اتاری گئی، تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ ہم سب اسی کے حکم برادر ہیں"۔"سورۂ عنکبوت:46"۔اور ان کے ساتھ شفقت سے برتاؤ کیا جائے،ان کو تکلیف دینے سے بچانا چاہئے جہاں بھی ہو۔

یہ قاعدہ ہے جس کا مطلب ہے کہ شہریت کے حقوق اور واجبات کی یہ مکمل مساوات مسلمانوں کے لئے بھی اور غیر مسلموں کے لئے بھی ہوتی ہے، اور جو مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے ان پر بھی واجب ہوتا ہے تاکہ وہ وطن میں مسلمانوں کے شریک ہوں۔اس قاعدے کو مسلم ریاست نے صرف یہود اور عیسائیوں کے لئے مقرر نہیں کیا بلکہ مجوسیوں کو بھی اس میں شامل کیا۔

اگر مغرب نے مذہب کے ملبے کے اوپر شہریت اور اس کے حقوق کی بناڈالی بعد اس کے کہ سیکولرزم مغربی چرچ پر غالب آگئی، جس کی وجہ سے یہ لادینی شہریت آئی ہے مگر اس کے برعکس اسلام نے شہریت اور اس کے حقوق کو قائم کیا، اور ان حقوق کی تاکہ ان کی حیثیت انعام جیسی نہ ہو جائے جو کوئی حکمران جب چاہے منع کرے اور جب چاہے دے۔

شہریت کے اصول:

حقیقی شہریت کے چند اصول ہیں جنہیں سامنے رکھا جانا چاہیئے تاکہ مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو جائے:

1) اسلام کی اعلیٰ قدروں کی پیروی کرنا، برائیوں سے دور رہنا، اور انسان کے حقوق کی حفاظت کر کے ادا کرنا والدین اور رشتہ داروں کے حقوق سے لے کر دوستوں اور پڑوسیوں کے حقوق تک۔ اور ہر شہری کو چاہئے کہ حقوق اور عوامی وسائل کا بہترین استعمال کرے، اور حتی المقدور دوسروں کی جانوں اور مال کی حفاظت کرے۔

2) عہد کو پورا کرنا اور معاہدوں کا احترام کرنا: اس بات پر قرآن پاک نے زور دیا کہ وہ دین کے معاملے میں مدد کرنے پر مقدم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِنِ ٱسْتَنصَرُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ فَعَلَيْكُمُ ٱلنَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَٰقٌ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ ﴾ (الأنفال: ٧٢) ترجمہ " **"اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے، سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد وپیمان ہے، تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ خوب دیکھتا ہے۔**"سورۂ انفال: 72"

3) شہریوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنا: فطری بات یہ ہے کہ عدل وانصاف تمام لوگوں کے ساتھ معاملات کا بنیادی ستون ہوتا ہے تو اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے چاہے دوسرے کے ساتھ دشمنی اور نفرت کیوں نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ ﴾ (المائدة: ٨) ترجمہ **"اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر۔**"سورۂ مائدہ: 8"

4) اپنے وطن سے محبت کرنا جس کے سرزمیں پر جیتے ہو، اور ان لوگوں سے محبت کرنا جن کے ساتھ رہتے ہو:۔ شہریت کے اصولوں میں سے بھی: اس وطن سے محبت کرنا جس میں رہتے ہو اور اس قوم سے محبت کرنا جس کے ساتھ رہتے ہو۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا، ایمان کا سب سے عظیم ترین تقاضا ہوتا ہے، لیکن اس کا مطلب نہیں کہ دوسروں سے نہ محبت کرنا، آپ ﷺ سب سے بہترین نمونہ ہیں، جب آپ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی اُس وقت مکہ میں اسلام کا انکار کیا جاتا تھا اور مسلمانوں پر

ظلم کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے مکہ کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا: "اللہ کی قسم، میں تجھ سے نکل کے جارہا ہوں، اور میں خوب جانتا ہوں کہ تو اللہ تعالی کے شہروں کا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے۔ اللہ کے لئے سب سے عظیم الشأن شہر ہے اور اگر تیرے شہریوں نے مجھے نہ نکالا تو میں تجھے چھوڑ کر نہ نکل جاتا۔

"جب مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو بخار ہوا تو بلال رضي اللہ عنہ نے بآواز بلند یہ شعر پڑھا:

''اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا پھر ایک رات وادی میں گزار سکوں گا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (مکہ مکرمہ کی گھاس) کے جنگل ہوں گے اور کیا میں کبھی مجنہ (مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ایک بازار) کے پانی پر اتروں گا اور کیا پھر کبھی شامہ اور طفیل (مکہ کے قریب دو پہاڑ) کو میں اپنے سامنے دیکھ سکوں گا۔'' بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی تخریج کی۔

ان دو شعروں میں حضرت بلال کو اس کے وطن مکہ کی یادیں آرہی تھیں، جس میں اس کی پرورش کی گئی، یہ دو شعر، حضرت بلال کی اپنے وطن سے محبت کا اظہار ہے اگرچہ اس نے اس وطن کو اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا۔

نیک شہریت کے تقاضے:

- شہری کو وطن کے محلِ وقوع، اس کے مقام، اس کی تاریخ، خصوصیات، اس کی شناخت اور خارجہ سیاست (جس کا عالمی برادری احترام کرتی ہے) سے تعارف کرانا چاہیئے اسی طرح اور شہری کو وطن کی خصوصیات معلوم ہوں کیونکہ وہ خود اس وطن میں رہتا ہے۔ مثال کے طور پر اعتدال و میانہ روی، توازن، وسطیت آپس میں رحم اور ہمدردی، محبت والفت، آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون وغیرہ جو اس کے لئے فخر کا باعث بن ہو جائے۔
- شہریوں کے دلوں میں وطن کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے، اور اس کی ترقی کے لئے مسلسل جدوجہد کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ شہریوں کو اپنے وطن پر فخر ہو۔ اس کی ترقی اور بلندی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں، اس کی مٹی اور عزت کا دفاع دل و جان سے کریں، اس کے علاوہ ہمیں شہریوں کی مسلم اور عرب امت سے وابستگی کو مضبوط سے مضبوط کرنا چاہیئے اور ان کو باقی دنیا سے رابطہ رکھنے کی اہمیت کا قائل کرنا چاہیئے۔

- شہریوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا، سچ بولنا، ایمانداری اور صبر سے کام کرنا اور ان جیسے نیک اسلامی اور سماجی اقدار کو راسخ کرنا چاہیئے۔
- شہریوں کے سامنے اسلامی نقطہ نظر سے شہریت کے مفہوم، اور وطنی عزت کے معنی اور اس کے تقاضوں کو واضح کرنا چاہیئے۔
- اسلامی تعلیمات کے مطابق شہریوں کو ان کے حقوق اور وجبات سے تعارف کرانا چاہیئے۔
- شہریوں کو معاشرے کے افراد کے درمیان دشمنی اور نفرت کے دروازے بند کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کی تلقین کرنا چاہیئے۔
- شہری کو ان غلطی فہمیوں سے متنبہ کرنا، جو بعض اسلامی معاشروں کے بارے میں پھیل گئیں، اور جن کا اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے، شہری کو بھی افواہوں اور حقیقتوں کے درمیان فرق کرنے پر مشق کرانا، اور معلومات کی حقیقت سے تحقیق کرنا۔
- شہری کو سرکاری اداروں کے کام سے واقف کرانا چاہیئے، اسے بتایا جائے کہ ان سرکاری اداروں کی مدد کیسے کی جائے، اسے یہ بھی بتایا جائے کہ حکومت مختلف میدانوں میں وطن اور شہریوں کی عزت ورفعت کے لئے کیا کیا کام کرتی ہے۔
- اللہ تعالی ہم سب کے وطن کو ہر برائی محفوظ رکھے۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔